ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قومی زبان

قومی اتحاد و استحکام پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کا ایک مؤثر ترین عملی ذریعہ قومی زبان ہے اور یہی سبب ہے کہ سید احمد خاں سے لے کر قائدِ اعظم اور قائدِ ملت تک تمام ممتاز رہنماؤں نے اردو کو قومی زبان کی حیثیت سے فروغ دینے کی ضرورت و اہمیت پر بہت زور دیا۔ کل پاکستان انجمن ترقی اردو کے صدر مولوی عبدالحق صاحب نے انجمن ترقی اردو میسور کی اردو کانفرنس منعقدہ بنگلور میں ۱۴ جون ۱۹۴۲ء کو جو تقریر کی تھی اس میں قومی زبان کی افادیت و اہمیت کو بخوبی واضح کیا تھا۔ یہ تقریر انجمن کے ترجمان "قومی زبان" میں شائع ہوئی ہے اور اس کے کچھ اقتباسات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

مادری زبان یا قومی زبان کو اکثر لوگ سرسری نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ یہ ماں باپ سے مفت ملتی ہے اور مفت چیز کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اسے گہری نظر سے دیکھا جائے اور اس نظریے کی تہہ تک پہنچا جائے تو معلوم ہوگا کہ زبان اور قومیت ایک ہیں۔ جدا جدا نہیں۔ زبان میں جو اتحاد اور یک جہتی کی حیرت انگیز قوت ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں۔ میں آپ کو ایک نہایت قدیم قصّہ سناتا ہوں۔

طوفانِ نوحؑ کے بعد جو لوگ بچ رہے تھے وہ شام کے ایک میدان شنار میں جا کر بس گئے۔ ایک مدت کے بعد وہ خوب پھولے پھلے۔ زراعت، تجارت، علم و ہنر، تہذیب و تمدّن غرض زندگی کے ہر شعبے میں بڑی ترقی کی۔ آس پاس جتنے ممالک تھے ان سب کو مسخر کر لیا۔ اب انہیں یہ شوق چرایا کہ دنیا کے سب ممالک تو فتح کر لیے اب آسمانوں کو مسخر کرنا چاہیئے۔ اس غرض کے لیے ایک بہت بڑا مینار بنانا شروع کیا تاکہ اس پر چڑھ کر آسمانوں پر دھاوا کریں۔ یہ وہی مینار ہے جو دنیا کی تاریخ اور دنیا کی زبانوں میں مینار بابل کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ غرور بہت ناگوار گزرا اور ان کو اس غرور کی سزا دینی چاہی، وہ سزا کیا تھی؟ ان میں بیماریاں بھیج کر انہیں ہلاک نہیں کیا، ان پر آگ نہیں برسائی، دریا میں طغیانی پیدا کر کے ڈبویا نہیں، بلکہ اس سے کہیں سخت اور خطرناک سزا دی۔ وہ سزا یہ تھی کہ ان کی زبانیں بدل دیں اور منتشر کر دیا۔ اب ان کی زبان ایک نہ رہی ان میں افتراق و اختلاف پیدا ہو گیا اور ان کی قوت کا شیرازہ بکھر گیا۔ آپ نے دیکھا کہ زبان کا ایک نہ ہونا ہلاکت سے بدتر ہے۔ زبان کے ایک ہونے میں خدائی قوت ہے

اور اتحاد کا سب سے بڑا قوی طریقہ ہے۔ کوئی قوم، قوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی زبان ایک نہ ہو۔

ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ باوجود یکہ ہم پر ایک زمانے تک ادبار و تنزل کا دور رہا بہت سی آفتیں نازل ہوئیں بہت کچھ پیسے اور دلے گئے۔ لیکن ہم نے اپنی زبان کو کبھی نہیں بھلایا۔ اردو کی کیسی کیسی مخالفتیں ہوئیں۔ اس کے مٹانے کے کیسے کیسے جتن کئے گئے اور کیئے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اسے زک دینے کے لیے اجتماعی اور انفرادی طور پر بڑی زبردست کوششیں کی گئیں، اور اردو کو ایسے مقامات سے جہاں یہ زمانہ دراز سے رائج تھی، دیس نکالا دیا گیا۔ یہ کوشش کرنے والوں میں مادر ہند کی ایسی بڑی بڑی ہستیاں ہیں، جن پر ملک کو بجا طور پر فخر و ناز ہے۔ افسوس ہے کہ اس نامبارک سعی میں یہ لوگ شریک ہوئے۔ یہ بات غور کرنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندو مسلم اختلاف کا پہلا بیج اسی اردو کی مخالفت نے بویا۔ حالانکہ اردو، اس دیس کی زبان ہے۔ یہیں پیدا ہوئی، پلی بڑھی اور پروان چڑھی اور ہندوستانی تمدن کی سب سے اہم اور مبارک یادگار ہے۔ اردو والوں نے ہر دور میں جہاں تک ان سے بن پڑا اپنی زبان کی حفاظت اور حمایت کی اور بے جا اور شدید مخالفتوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہ سب اردو کے محسن ہیں ان میں سب سے ممتاز نام سر سیّد احمد خاں کا ہے جو آخر دم تک اس کی حمایت میں مردانہ وار لڑتے رہے۔

زبان کے لیے دنیا میں بڑی بڑی جنگیں ہوئی ہیں، خونریزیاں اور بربادیاں عمل میں آئیں۔ قوموں کو بُرے دن دیکھنے پڑے اور سخت عذاب اور صعوبتیں جھیلنی پڑیں لیکن جن قوموں کو اپنی زبان عزیز تھی انہوں نے جانیں دیں، اپنے خون بہائے، پامال و رسوا ہوئے، مگر اپنی زبان کو نہیں مٹنے دیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ قومی زبان میں قومی تاریخ، قومی روایات و آداب، قومی تہذیب و تمدن اور تمام دینی و دُنیادی سرمایہ محفوظ ہے۔ کسی قوم سے اس کی زبان چھین لینا ایسا ہی ہے جیسے بدن سے خون کھینچ لینا یا جسم سے روح نکالنا۔ جسدِ بے روح ٹھکرا دینے اور پھینک دینے کے قابل ہے۔

چند سال ہوئے میں نے اینگلو انڈین جماعت کے لیڈر سر ہنری گڈنی سے مل کر یہ کہا کہ یورپین تو آپ کو منہ نہیں لگاتے اور ہندوستانیوں سے آپ ملتے نہیں اور الگ الگ رہتے ہیں۔ انگریزی حکومت ہندوستان میں تھوڑے دنوں کی مہمان ہے۔ انگریز چلے گئے تو آپ کہیں کے بھی نہ رہیں گے۔ اس لیے آپ کے لیے لازم ہے کہ علاوہ اور تدبیروں کے سب سے پہلے اپنی تعلیم کا نظام بدلئے اور اس میں سب سے مقدم یہ ہے کہ اُردو زبان کی تعلیم اپنے تمام مدارس میں رائج کیجئے۔ کیونکہ آپ کی جماعت ہندوستان کے کسی ایک مقام پر نہیں بلکہ سارے ملک میں منتشر ہے۔ اس لیے آپ کو ایسی زبان سیکھنے کی

ضرورت ہے جو ہر جگہ کام آسکے۔ اور ایسی زبان صرف اردو ہے۔ انہوں نے میری اس رائے سے پورا اتفاق کیا اور کہا کہ یہ سب مجھے لکھ کر بھیجو۔ میں نے انہیں اس مضمون کا ایک خط لکھا اور اس کے ساتھ بعض یورپین علماء اور ماہرین السنہ کی وہ رائیں لکھ کر پیش کیں جو انہوں نے اُردو زبان کی خوبیوں اور ہندوستان میں اسے عام اور مشترکہ زبان بنانے کے متعلق ظاہر کی تھیں۔ اس کے جواب میں سر ہنری نے مجھے بہت ہی اچھا خط لکھا اور اردو زبان کی تعریف میں ایسے جملے لکھے جنہیں پڑھ کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔ یہ خط و کتابت چھپوا کر سر ہنری نے اپنے کالجوں کے پرنسپلوں اور مدارس کے ہیڈ ماسٹروں اور اپنی انجمن کے سیکریٹریوں کو بھیجی۔ اس وقت سے اینگلو انڈین اور یورپین اسکولوں میں اردو کا شوق زیادہ بڑھنا شروع ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ آل انڈیا بورڈ فار یورپین اینگلو انڈین ایجوکیشن نے مجھے اپنی لینگوائج کمیٹی کا ممبر بنا لیا۔ میں اس کمیٹی کے جلسوں میں شریک ہوتا رہا۔ آخر انہوں نے اپنے مدارس کے لیے اردو کتابوں کے مرتّب کرنے کا کام میرے سپرد کیا۔ چنانچہ وہ کتابیں تیار ہو گئی ہیں اور عنقریب کمیٹی میں پیش کر دی جائیں گی۔ ۱۹۴۵ء میں اس کمیٹی کا جلسہ دہلی میں ہوا میں نے کمیٹی کے ممبروں کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ ان ممبروں میں ایک بڑے مشنری کالج کے پرنسپل بھی تھے۔ وہ وقت سے ذرا پہلے آگئے اور مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ یہ صاحب آئرستان کے رہنے والے ہیں۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اسے کبھی نہ بھولنا اور وہ یہ کہ جہاں تک ہو سکے اور جس طرح بن سکے اپنی زبان کی حفاظت کرنا۔ یہ اگر تمہارے ہاتھ سے نکل گئی تو تم کہیں کے نہ رہو گے۔ انہوں نے کہا کہ جب ایک قوم کسی دوسری قوم پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے تو اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مفتوح قوم کی زبان کو مٹا دے اور اس کے لیے وہ طرح طرح کی تدبیریں کرتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اگر زبان زندہ ہے تو قوم بھی زندہ ہے اور اگر زبان مر گئی تو قوم بھی مُردہ ہو جائے گی۔ چنانچہ انگریزوں نے جب ہمارے ملک آئرستان کو فتح کیا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ہماری زبان کو دبانا اور مٹانا شروع کیا۔ ہمارے لوگ اور خاص کر نوجوان لوگ انگریزی زبان و ادب کو پڑھ کر اپنی روایات و آداب اور تہذیب و تاریخ سے بے خبر رہنے لگے اور قومی روح ٹھٹھر کے رہ گئی۔ کئی صدی کی جد و جہد اور جانبازی کے بعد جب ہمیں آزادی نصیب ہوئی تو ہم نے اپنی قومی زبان کو از سرِ نو رواج دیا جس سے قوم میں ایک نئی روح نمودار ہوئی۔ دنیا کی تاریخ میں اس کے بیسیوں شواہد موجود ہیں، لیکن اس کا سب سے دردانگیز اور عبرت ناک منظر پولستان کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ روسی اور جرمن فاتحوں نے پولی زبان کا لکھنا پڑھنا اور بولنا قانوناً جرم قرار دے دیا تھا، اور

اس کی بڑی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ بازاروں یا شارع عام میں اپنی زبان بولنے کی کیا مجال تھی، پولیس کے
ڈر کے مارے لوگ گھروں میں بھی نہیں بول سکتے تھے۔ کچھ لکھنا اور چھاپ کر شائع کرنا تو کسی کے خیال
میں ممکن نہ تھا۔ اس لیے قومی نظمیں وغیرہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور چوری چھپے ایک دوسرے سے نقل
کر لیتے اور راتوں کو کمرے کے دروازے مقفل کر کے یا تہہ خانوں میں بیٹھ کر پڑھتے۔ چند دوست
باہر گلی میں پہرا دیتے رہتے تاکہ اگر پولیس آجائے تو خبردار کریں۔ ایسی حالت میں وہ جھٹ پٹ
اپنے مسودے دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیتے تاکہ وہ پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ اگر بے خبری
میں پولیس نے چھاپہ مارا تو انہیں سخت سزائیں دی جاتیں۔ مائیں اپنے بچوں کو رات کے وقت بستر میں
چپکے چپکے اپنی زبان میں مذہبی دعائیں یا احکام سناتیں اور یاد کراتیں۔ پولستانیوں نے مظالم سہے،
سختیاں برداشت کیں قید میں بھگتیں، کوڑے کھائے، جلاوطن ہوئے لیکن اپنی زبان کو نہ چھوڑا۔
وہ اسے اپنے سینے سے لگائے رہے اور جان سے زیادہ عزیز رکھا اسی کا نتیجہ ہے کہ پولی زبان زندہ ہے
اور ترقی کر رہی ہے اور اس کے بولنے والے لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔

میں نے کہیں کہیں یہ کہتے سنا ہے کہ ہم اردو کی خاطر اپنی مادری زبان کیوں چھوڑیں؟ بیشک مادری زبان
کا بڑا درجہ ہے۔ مادری زبان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے اور اس کی ترقی میں حائل ہونا سراسر
ناانصافی ہے۔ لیکن مادری زبان سے بھی بڑھ کر اور مقدم ایک اور زبان ہے۔ یہ قومی زبان ہے، جو قوم
کے شیرازے کو مضبوط رکھتی ہے۔ اگر ہم مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولتے رہے تو ہم میں قومی
اتحاد مفقود ہو جائے گا اور ہم قوم کہلانے کے مستحق نہ رہیں گے۔ قومی زبان ہی کی بدولت یک دلی و یکجہتی قائم
رہتی ہے اور اسی کی بدولت قومی روح کی نشوونما اور بالیدگی ہوتی ہے۔ قومی زبان سے غفلت کرنا قومی انتشار اور افتراق کو
دعوت دینا ہے۔ اگر آپ کو اپنی روایات، اپنی تاریخ، اپنی تہذیب اور اپنا تمدن عزیز ہے تو اپنی قومی زبان کی حفاظت اور
حمایت کے لیے ہر قسم کی سختیاں اور صعوبتیں سہنے اور ہر قسم کی جدوجہد اور ایثار کرنے اور ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے
تیار رہنا چاہیئے۔ یہ انفرادی اور منتشر کوششوں کا وقت نہیں۔ ایک مرکز پر جمع ہو جائیے اور اس مرکز کو مضبوط کیجئے اور ایک دل و جان
اور متحد ہو کر اپنے مقصد کے حصول میں پوری ہمت و قوت سے کام کیجئے۔ اگر آپ نے سچے دل سے یہ عزم کر لیا کہ ہم زندہ رہیں
گے، ہماری زبان زندہ رہے گی اور ہم کسی حال میں بھی اس پر آنچ نہ آنے دیں گے تو آپ کے لیے دنیا میں سرخروئی اور کامیابی
ہے۔ اور اگر آپ مایوس اور ہراساں ہو کر بیٹھ رہے تو دنیا کی کوئی حکومت اور قوت آپ کو نہیں بچا سکتی۔ آزادی انہیں
کا حق ہے جو صبر اور محنت و استقلال سے لگاتار کام کئے جاتے ہیں۔ اور مستقبل انہیں کے ہاتھ میں ہوتا ہے
جو قوم کی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔